بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۱

جب رن میں حسینؑ اصغرؑ بے شیر کو لائے — لختِ جگرِ بانوئے دل گیر کو لائے
جلادوں میں اُس صاحبِ توقیر کو لائے — ہاتھوں پہ دھرے چاند سی تصویر کو لائے
غل پڑ گیا دیکھو شہ والا کے پسر کو
خورشید نے ہاتھوں پہ اٹھایا ہے قمر کو

۲

معصوم کے رخ پر ہے عجب حسن، عجب نور — آئینۂ افلاک، تجلّی سے ہے معمور
اسپند ہے اس رخ کے لئے خالِ رخِ حور — موسیٰؑ کے کف دست پہ ہے شمعِ سرِ طور
کیا صاحبِ اعجاز امام، دوجہاں ہے
نورِ یدِ بیضا یہ سرِ دست عیاں ہے

۳

حسنِ رخِ اصغرؑ سے خجل نیّرِ اکبر — خورشید تو ذرّہ ہے، ستارہ مہِ انور
گرمی سے جو قطرے ہیں پسینے کے جبیں پر — ہیں صانعِ قدرت نے جڑے چاند پہ اختر
بالوں کے تلے لوحِ جبیں نور فشاں ہے
ہے نصف قمر ابر میں اور نصف عیاں ہے

بس دو مہِ نو صاف نظر آتے ہیں باہم ۴ ابرو کو دیا ہے یدِ قدرت نے عجب خم
دشوار ہے پلکوں کا جھپکنا جنھیں ہر دم ہے نرگسی آنکھوں کا نقاہت سے یہ عالم
ہے خواب بھی اس چشم گہر بار کو بھاری
جس طرح سے شب ہوتی ہے بیمار کو بھاری

روشن ہوا دل جس کو وہ صورت نظر آئی ۵ آئینۂ مہ میں یہ کہاں جلوہ نمائی
زردی سی ہے ان پھول سے رخساروں پہ چھائی دو دن سے جو اک بوند نہیں پانی کی پائی
شہ روکتے ہیں دھوپ کو دامانِ عبا سے
ٹھنڈا ہوا جاتا ہے بدن گرم ہوا سے

سو اُس پہ لگے تیر یہ قسمت کی ہے تحریر ۶ روشن وہ گلا شمعِ تجلی کی ہے تصویر
اور کنٹھ جو بیٹھا ہے تو ہے موت گلو گیر دو روز سے پانی نہ مقدر میں ہے نہ شیر
اب دودھ بھی اور طوق بھی منت کا بڑھے گا
فریاد ہے نیزے پہ یہ سر کٹ کے چڑھے گا

سب نور کے سانچے میں ڈھلے ہیں جو کرو غور ۷ کیا دوش و بر و ساعد و ابرو کا کہوں طَور
کس طرح اٹھا ایسے پہ دستِ ستم ر جور ننھا سا وہ سینہ ہے کہ آئینۂ بلّور
ان ہاتھوں پہ جو پنجتنی ہیں وہ فدا ہیں
گو مٹھیاں باندھے ہیں مگر عقدہ کشا ہیں

ہے موسمِ طفلی میں جوانوں کا ارادہ ۸ گو سن میں بہت کم ہیں پہ رتبہ ہے زیادہ
زہراؑ سی تو دادی، اسداللہ سا دادا کیوں ہو نہ اولوالعزم وہ عالم کا خوزادا
ہے عمر تو چھوٹی پہ بڑا کام کیا ہے
بے جنگ کئے خلق میں کیا نام کیا ہے

نازک ہے لبِ لعل جو برگِ گلِ تر سے ۹ وہ پانی کو محتاج رہے، دودھ کو ترسے
گہوارے میں دم توڑتے تھے چار پہر سے لے آئے ہیں گھبرا کے شہِ دیں اسے گھر سے
بچے کو اماں ظلم کے بانی نہیں دیتے
منہ کھولے ہے معصوم وہ پانی نہیں دیتے

وہ ننھے سے کرتے کے تلے چاند سا سینہ ۱۰ جس میں نہ کدورت، نہ حسد اور نہ کینہ
خوشبو میں بہ از عطر گلاب اس کا پسینہ سینہ نہیں اک درِّ نجف کا ہے نگینہ
اب خون میں وہ ڈوب کے یاقوت بنے گا
جس جھولے میں پلتے ہیں وہ تابوت بنے گا

اعدا کو دکھاتے ہیں منہ اس کا شہِ خوشخو ۱۱ میداں میں تجلی ہے مہ و مہر کی ہر سو
جاری ہیں ہر اک صاحبِ اولاد کے آنسو کھولے ہیں دہن مثلِ صدف اصغرِؑ مہرو
پیاسا ہے پسر اشکوں سے منہ دھوتے ہیں شبیرؑ
بچے کی طرف تکتے ہیں اور روتے ہیں شبیرؑ

کچھ گھٹنیوں چلنے سے ابھی تک نہیں آگاہ ۱۲ ہیں راہِ الٰہی میں مگر باپ کے ہمراہ
ہے عمر تو کوتاہ پہ ہمت نہیں کوتاہ اس سِن میں عجب عزم ہے العظمۃ للہ
میدان میں مرنے کے لئے آئے ہیں گھر سے
پہلے یہی فردوس میں پہنچیں گے پدر سے

فرماتے ہیں اے غنچہ دہن اے مرے پیاسے ۱۳ بتلاؤ مجھے کیا میں کہوں اہل جفا سے
گویا نہیں اس وقت زباں فرطِ حیا سے کچھ میں نے جو مانگا ہے تو مانگا ہے خدا سے
بے پانی کے مانگے عرقِ شرم میں تر ہوں
مختار جو کوثر کا ہے میں اس کا پسر ہوں

حاجت متعلق ہے مری ذات سے سب کی ۱۴ مجھ پر تو ہے بچپن سے نوازش مرے رب کی
میں نے تو کسی سے نہیں کچھ چیز طلب کی منّت کشِ ادنیٰ ہوں یہ جا گہ ہے عجب کی
ادنیٰ سے سخی مانگے یہ دستور نہیں ہے
اب صبر کرو نہر لبن دور نہیں ہے

ہر بند سے بندوں کو میں دیتا ہوں رہائی ۱۵ مشکل میں مدد چاہتی ہے مجھ سے خدائی
جنات مرے نام کی دیتے ہیں دُہائی شاہوں کے لئے فخر ہے اس در کی گدائی
قرآن سے ظاہر ہیں شرف آلِ نبیؑ کے
احساں ہیں ملائک پہ حسینؑ ابن علیؑ کے

پانی کا جو لوں نام تو ہو بارشِ باراں ۱۶ بخشے ابھی اللہ میں جس شے کا ہوں خواہاں
پیدا ابھی اس خاک سے ہو چشمۂ حیواں قطرے سے جو چاہوں تو اٹھے نوحؑ کا طوفاں
یہ سب مجھے قدرت ہے پہ راضی بہ رضا ہوں
مظلوم ہوں، پیاسا ہوں، غریب الغربا ہوں

ظاہر کرے کوثر کو یہیں خالقِ باری ۱۷ چاہوں تو ابھی خاک ہوں جل جل کے یہ ناری
پر آج گوارا ہے مجھے پیاس تمھاری ہوں انگلیوں سے دودھ کی نہریں ابھی جاری
بابا بھی رہِ حق میں فدا تم بھی فدا ہو
ہم مرتے ہیں اس پر کہ رضا مندِ خدا ہو

دروازے پہ سر کھولے کھڑی ہے وہ دل افگار ۱۸ لیکن تری مادر پہ تری پیاس ہے دشوار
کرتا ہوں لعینوں سے تری پیاس کا اظہار میں نے بھی کیا ہے طلبِ آب کا اقرار
پر وہ نہیں دینے کے مرے دل کو یقیں ہے
اس نہر کا پانی تری قسمت میں نہیں ہے

کچھ کہتا ہوں یارو علی اصغرؑ کی زبانی ۱۹ یہ کہہ کے پکارا اسداللہ کا جانی
کہتے ہیں کہ اک بوند پلادو ہمیں پانی　اب اٹھ نہیں سکتی تعبِ تشنہ دہانی
سب خلق پہ احسانِ حسینؑ ابن علیؑ ہیں
تم لوگ مسلماں ہو تو ہم آلِ نبیؐ ہیں

دو روز سے دم توڑتے ہیں پیاس کے مارے ۲۰ آئے ہیں وطن چھوڑ کے مہماں ہیں تمہارے
کام آئیں گے جب آؤ گے کوثر کے کنارے　ہم حیدرؑ و زہراؑ و پیمبرؐ کے ہیں پیارے
دن آج تمھارا ہے تو کل ہوگا ہمارا
فردوس کی نہروں پہ عمل ہوگا ہمارا

کوثر پہ پہنچنے کی سبیل اور نہیں ہے ۲۱ اب چُوکے تو بخشش کا کوئی طَور نہیں ہے
سوچو یہ مقامِ ستم و جور نہیں ہے　ہم پیاس سے مرتے ہیں تمھیں غور نہیں ہے
مسلم ہو، طریق ِاسداللہ پہ آؤ
بھٹکے ہوئے پھرتے ہو کدھر، راہ پہ آؤ

قرآں سے ہے ثابت کہ وہ ناری ہے وہ ناری ۲۲ جس دل میں نہیں نور محبت کا ہماری
کچھ نفع نہ بخشے گی اسے طاعتِ باری　بیکار ہے گو عمر عبادت میں گزاری
عشقِ اسداللہ کا داغ اس میں نہیں ہے
بے نور ہے وہ گھر کہ چراغ اس میں نہیں ہے

بخشائیں گے ہم اور انھیں بخشے گا غفار ۲۳ جو دوست ہمارے ہوں وہ ہوں گو کہ گنہگار
ہوجائے گی میزانِ عمل آپ سبک سار　پلّے پہ علیؑ ہوویں گے اور احمدِ مختارؐ
ہے دوستیِ آلؑ انھیں روز ازل سے
پیارا ہے یہی ایک عمل لاکھ عمل سے

جو لوگ ہیں ثابت قدمِ الفتِ حیدرؑ ۲۴ بالائے صراط ان کے نبیؐ ہوویں گے رہبر
فرمائیں گی یہ فاطمہؑ ان لوگوں سے آ کر لو تھام لو ہاتھوں سے مرا گوشۂ چادر
دم بھرتے رہے ہو سحر و شام علیؑ کا
جب پاؤں کو لغزش ہو تو لو نام علیؑ کا

تم لوگوں میں احمدؐ نے امانت ہمیں چھوڑا ۲۵ سو تم نے تو سر رشتۂ الفت ہی کو توڑا
قرآں سے بھی تم پھر گئے منہ ہم سے بھی موڑا یہ بھی ہے بہت پانی اگر دو ہمیں تھوڑا
اولادِ نبیؐ قابلِ بیداد نہیں ہے
کیا آیۂ لا اسئلکم یاد نہیں ہے

ان پھولوں سے رخساروں کے کمھلانے کو دیکھو ۲۶ گہوارے سے میداں میں چلے آنے کو دیکھو
ان سوکھے ہوئے ہونٹوں کے مرجھانے کو دیکھو غش آنے کو اور سانس الٹ جانے کو دیکھو
ناحق ہے عداوت تمھیں نازوں کے پلے سے
پھر دو گے تو پانی بھی نہ اترے گا گلے سے

سن کر یہ سخن وہ ستم ایجاد پکارے ۲۷ خیر آنے نہ دینا ہمیں کوثر کے کنارے
اطفال جئیں یا کہ مریں پیاس کے مارے تم لوگوں کا حصہ نہیں پانی میں ہمارے
ہم سمجھے کہ حیلے سے طلب کرتے ہو پانی
بچے کے وسیلے سے طلب کرتے ہو پانی

فرمانے لگے سبطِ نبیؐ اشک بہا کر ۲۸ ہم پیاس بجھائیں گے تو کوثر ہی پہ آ کر
ہٹ جاتا ہوں میں خاک پہ اصغرؑ کو لٹا کر دریا سے تمھیں پانی پلا دو اسے لا کر
اپنے لئے سائل کبھی پانی کا نہ ہوں گا
بچہ مرا بچ جائے میں پیاسا ہی رہوں گا

وہ بولے کہ اکبرؑ سے زیادہ نہیں اصغرؑ ۲۹ شہ بولے کہ رتبے میں تو دونوں ہیں برابر
گو چھوٹے بڑے ہیں، یہ ہیں اک بحر کے گوہر وہ برج شرف کا ہے قمر، تو یہ ہے اختر
اس کو جو کلیجہ تو مرادل اسے سمجھو
قرآں اسے سمجھو تو حمائل اسے سمجھو

بڑھ کر بنِ کاہل نے کہا اے شہِ والا ۳۰ اکبرؑ کو تو دیکھا، اسے میں نے نہیں دیکھا
دکھلاؤ تو اصغرؑ کا مجھے چاند سا چہرا سنتا ہوں کہ ہم صورتِ حیدرؑ ہے یہ بچہ
حاصل ہوئی اکبرؑ سے پیمبرؐ کی زیارت
باقی ہے مگر حیدؑرِ صفدر کی زیارت

شبیرؑ نے اس چاند کو ہاتھوں پہ اٹھایا ۳۱ چلّے سے کماندار نے واں تیر ملایا
خم ہوکے اسے مثلِ کماں شہ نے بچایا مانندِ اجل ناوکِ ظلم و ستم آیا
شبیرؑ چھپاتے رہے نازوں کے پلے کو
بازو پہ لگا توڑ کے ننھے سے گلے کو

حلقہ تو وہ دو ٹانک کا اور تیر سہ پہلو ۳۲ دل سہم گیا چونک پڑے اصغرؑ مہ رو
گردن سے لہو بہنے لگا، آنکھوں سے آنسو منہ کھل گیا تھرا نے لگے ننھے سے بازو
گل رنگ ہوا طوقِ گلو خون میں بھر کر
ریتی پہ کڑے گر پڑے ہاتھوں سے اتر کر

فوارہ چھٹا حلق سے بچے کے لہو کا ۳۳ سب خون میں تر ہوگیا ننھا سا شلوکا
دم آکے رکا حلق میں اس تشنہ گلو کا خوں منہ سے اگلنے لگا وہ دودھ کا بھوکا
ننھی سی وہ ٹوپی بھی گری جاتی تھی سر سے
جب آتی تھی ہچکی تو لپٹتا تھا پدر سے

مچھلی سا جو ہاتھوں پہ تڑپتا تھا وہ بے شیر ۳۴ بے تاب تھے بچے کے لئے حضرتِ شبیرؑ
جب خوں نہ ہوا بند گلے سے کسی تدبیر چلو سے لگے پھینکنے سوئے فلکِ پیر
اس خوں کو ملک کے گئے افلاک کے اوپر
لکھا ہے کہ قطرہ نہ گرا خاک کے اوپر

قطرہ اگر اس خون کا گرتا بہ سرِ خاک ۳۵ دانہ کبھی اگتا نہ زمیں پر تہِ افلاک
ہوجاتی گرفتارِ بلا امتِ سفّاک اللہ رے صبرِ پسرِ سیدِ لولاکؐ
فرماتے تھے راضی ہو جو کچھ مجھ پہ تعب ہو
نازل مگر امت پہ نہ خالق کا غضب ہو

جب تیر کو معصوم کی گردن سے نکالا ۳۶ دنیا سے سفر کر گیا وہ ہنسلیوں والا
چلّا کے عجب درد سے روئے شہِ والا نزدیک تھا ہوجائے کلیجہ تہ و بالا
غل تھا کہ اب امت کا نگہبان علیؑ ہے
فریاد کو زہرا طرفِ عرش چلی ہے

شہ لاش کو ہاتھوں پہ اٹھا کر یہ پکارے ۳۷ اے بارِ خدا خلق سے اصغرؑ بھی سدھارے
صد شکر کہ تو نے مرے سب کام سنوارے کچھ اور پئے نذر نہ تھا پاس ہمارے
یہ ہے پسرِ صاحبِ معراج کا ہدیہ
مقبول ہو اس بندۂ محتاج کا ہدیہ

گردوں سے صدا آئی کہ اے فخرِ خلائق ۳۸ رتبہ ہے ترا صبر میں ایوبؑ سے فائق
تھا تیرے سوا کوئی نہ اس کام کے لائق ہے شوق ہمارا تجھے ہم ہیں ترے شائق
باقی فقط اک مرحلۂ خنجرِ کیں ہے
اب وصل کا معشوق کے ہنگام قریں ہے

سُن کر یہ صدا گردنِ تسلیم جھکائی ۳۹ تلوار سے کھودی لحد اور لاش چھپائی
جب خاک میں وہ چاند سی تصویر چھپائی تعویز پہ منہ رکھ دیا رقت بہت آئی
چلّائے کہ ڈر ڈر کے نہ رونا علی اصغرؑ
ہم آتے ہیں، آرام سے سونا علی اصغرؑ

فرمایا کہ اے خاک امانت سے خبردار ۴۰ بانوئے دل افگار کی دولت سے خبردار
لختِ جگرِ شاہِ ولایت سے خبردار اس بندۂ بے کس کی بضاعت سے خبردار
یہ گوہرِ نایاب ہے پاکیزہ صدف کا
سونپا ہے تجھے میں نے نگیں دُرِّ نجف کا

فرماکے یہ گھوڑے پہ چڑھے سبطِ پیمبرؐ ۴۱ روکر کہا اب خیمے میں جانان ہیں بہتر
کیا جاکے سناؤں خبرِ رحلتِ اصغرؑ پڑھتے رجز آئے صفِ اعدا کے برابر
سرخ آنکھیں تھیں اور ہاتھ کو قبضے پہ دھرے تھے
کپڑے تنِ پرنور کے سب خوں میں بھرے تھے

افروختہ تھا صورت گل چہرۂ روشن ۴۲ چار آئینے میں عکس سے پھولا ہو اگلشن
مغفر تو سرِ پاک پہ اور جسم پہ جوشن گردانے ہوئے جامۂ پر نور کا دامن
کرتا تنِ اطہر میں رسولِ عربیؐ کا
زیبِ کمرِ پاک کمر بند علیؑ کا

اس دن تھا عمامہ زرِ اقدس پہ گلابی ۴۳ تھا رتبے میں قرآں سے نہ کم روئے کتابی
تفسیر تھا وہ حاشیۂ ریشِ خضابی پرتین شب و روز سے تھی بے خور و خوابی
کہتے تھے ملک دین کے سرتاج کو دیکھو
شانِ پسرِ صاحبِ معراج کو دیکھو

اڑتے تھے ہوا سے جو وہ گیسوئے معنبر ۴۴ سارا وہ بیاباں تھا کئی کوس معطر
عالم کی ضیابخش تھی پیشانیٔ انور ہم رتبۂ لوحِ ورقِ مصحفِ اکبر
سجدے کی جگہ پر جو ستارہ سا عیاں تھا
وہ احمدِ مختارؐ کے بوسے کا نشاں تھا

ابرو ہے کلیدِ درِ گنجینۂ اَسرار ۴۵ بالیدہ و سنجیدہ و پیوستہ و خم دار
اُس چشم پہ آنکھوں سے فدا ہیں اولوالابصار گر خواب میں دیکھے تو زہے طالعِ بیدار
ابروسا جہاں میں نہ کسی قوس کو دیکھا
دیکھا جو اسے نرگسِ فردوس کو دیکھا

مژگانِ سیہ سبزۂ گردِ لبِ کوثر ۴۶ اشکوں سے سدا خوفِ الٰہی میں رہے تر
اور شمع سرِ طُور کی لَو بینیٔ انور سوکھوہوے لب لعل بدخشاں سے تھے بہتر
دندانِ مبارک کو نہ کہیے کہ گہر ہیں
ہیرے کے نگینے ہیں تو یاقوت کے گھر ہیں

کیا سینہ و گردن کے کروں حسن کو تحریر ۴۷ وہ شمعِ تجلی ہے تو یہ نور کی تصویر
سو اُس پہ تو شمشیر چلی اُن پہ چلے تیر تیغ ایک پہ اور ایک پہ تھا زانوئے بے پیر
تکبیر کی رگ رگ سے صدا آتی تھی رن میں
سر کھولے ہوئے فاطمہؑ چلّاتی تھی رن میں

شانوں کا وہ نور اور وہ بازو کی صفائی ۴۸ کمزور تھے جس وقت سے مارا گیا بھائی
جن ہاتھوں نے سب خلق کی کی عقدہ کشائی فریاد ہے جلاد نے کاٹی وہ کلائی
اک ظالمِ بے رحم نے یہ ظلم کیا تھا
انگلی کو انگوٹھی کے لئے کاٹ لیا تھا

اُن قدموں کا ہم سر کوئی دنیا میں نہیں ہے ۴۹ کیا مرحلۂ عشق الٰہی کو کیا طے
حاصل تھی نہ اسبابِ تعلق سے کوئی شے ہر آن رہے رونقِ اسلام کے درپے
بتلاگئے وہ راہِ رضا سب کو جہاں میں
پیرؔ وہیں جوان کے وہی پہنچیں گے جناں میں

لاکھوں سے لڑائی تھی پہ میلے نہ تھے تیور ۵۰ جب شیر سے بڑھتے تھے تو ہٹتے تھے ستمگر
بجلی سا تہِ راں فرسِ خاصِ پیمبرؐ حمزہؓ کی سپر، تیغِ علیؑ، نیزۂ جعفرؑ
غل تھا شہِ ابرار کے کاندھے پہ کماں ہے
یا شمسِ فلک قوس کے پہلو میں عیاں ہے

دن ڈھلتا تھا اور ہوتی تھی اعدا کی چڑھائی ۵۱ تھی شام کے لشکر کی گھٹا چاند پہ چھائی
ہمراہ کوئی دوست، نہ فرزند، نہ بھائی تنہائی اِدھر اور اُدھر ساری خدائی
سر کاٹ لیں، تھے واں کے سوار اس تگ ودَو میں
یاں گھوڑے پہ تھے آپ، شہادت تھی جلَو میں

تھی دہنی طرف فاطمہؑ بکھرائے ہوئے بال ۵۲ کہتی تھی میں صدقے تری غربت کے مرے لال
قربان گئی زخم کا بازو کے ہے کیا حال گھوڑے سے جھکو تم تو یہ ماں باندھ دے رومال
ہے ایک تو صدمہ تمھیں تشنہ دہنی کا
اس زخم پہ پھر قصد ہے شمشیر زنی کا

فرماتے تھے یہ شیر خدا بادلِ غمناک ۵۳ روحی بفداک اے پسرِ سیدِ لولاکؐ
گرتے تھے کبھی فرطِ بکا سے بسرِ خاک اٹھتے تھے کبھی تھام کے رہوار کی فتراک
روتے تھے ملک گریۂ محبوبِ خدا سے
ہلتی تھی زمیں 'ہائے حسینا' کی صدا سے

تھے سارے نبی احمدؐ مرسل کو سنبھالے ۵۴ اور نوحؑ کی گردن میں وہ تھے ہاتھوں کو ڈالے
چلّاتے تھے ہے ہے مری آغوش کے پالے صدقے ترے اے میری زباں چوسنے والے
امت کے لئے برچھیاں کھانے کو چلے ہو
دوزخ سے محبوں کو بچانے کو چلے ہو

جنات میں تھا سیدِ کونین کا ماتم ۵۵ سب کہتے تھے موجود ہیں لڑنے کے لئے ہم
ڈر تھا کہ نہ دنیا ہو کہیں درہم و برہم ہلتی تھی زمیں کانپتا تھا عرشِ معظّم
مشتاق تھے سب جنگِ شہِ جن و ملک کے
کھولا تھا فرشتوں نے دریچوں کو فلک کے

ناگاہ اُدھر چوب لگی طبلِ وغا پر ۵۶ اور پڑنے لگے تیر امامِ دوسرا پر
طاری ہوا غصہ پسرِ شیرِ خدا پر تلوار علم کرکے چلے اہلِ جفا پر
فرمایا کہ ہاں پہلے کدھر کھیت پڑے گا
لڑنے کو سب آتے ہیں کہ ایک ایک لڑے گا

وہ بولے کہ یوں آپ سے سر بر کوئی کب ہو ۵۷ فرمایا کہ معلوم ہوا ننگِ عرب ہو
کچھ غم نہیں تم ایک مرے سامنے سب ہو کیا ڈر اُسے خود جس کو شہادت کی طلب ہو
لڑتا نہ کبھی تم کو اگر نیک سمجھتا
میں لاکھ کو اور ایک کو ہوں ایک سمجھتا

جوہر ہے جواں مردوں کا تلوار سے مرنا ۵۸ جو گزرے سو گزرے کہ جہاں سے ہو گزرنا
ہے ننگ شجاعوں کے لئے موت سے ڈرنا خلعت ہے شہادت کا ہمیں خون میں بھرنا
تلواریں لگیں نخلِ شہادت کے یہ پھل ہیں
مرنے پہ وہ مرتے ہیں جو مشتاقِ اجل ہیں

بلوہ یہ زیادہ نہیں صفین و جمل سے ۵۹ ہاں ہے یہ نئی بات کہ پیاسا ہوں میں کل سے
تنہا ہی لڑے شیر خدا فوج کے دل سے پھولا گلِ اسلام اسی تیغ کے پھل سے
سب مل کے لڑو مجھ سے رضامند ہوں میں بھی
اے قوم اسی شیر کا فرزند ہوں میں بھی

فرماکے یہ چمکائی جو تیغِ شہ مرداں ۶۰ کفار پکارے کہ گری برقِ درخشاں
رہوار کو رانوں میں دبا کر جو کہاہاں ہاں منہ سے نہ نکلی تھی کہ یاں سے وہ گیا واں
پیوست جو تھے تیر وہ باہر نکل آئے
معلوم ہوا پہلوؤں سے پر نکل آئے

اس کے لئے اک گام تھا سو کوس کا دھاوا ۶۱ تیغوں کو چباتا تھا یہ جوہر تھا علاوہ
اُڑتا کبھی مڑتا،کبھی جست اور کبھی کاوا کہتے تھے ستمگر یہ پری ہے کہ چھلاوہ
کس گھات سے روکیں فرسِ تیز قدم کو
سایہ بھی تو اس کا نظر آتا نہیں ہم کو

غصے میں وہ تن تن کے دہانوں کو چباتا ۶۲ اور جوشِ شجاعت میں وہ کف منہ سے گراتا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آتا کبھی جاتا تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچاتا
ٹاپوں سے دہلتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا،تو اُس صف میں ہوا تھا

لڑتے تھے حسینؑ ابن علیؑ فوجِ ستم سے ۶۳ سرگرم رہے تھے ضربتِ شمشیر دو دم سے
ہر غول میں پھرتا تھا وہ کس کس چم وخم سے پامال بدن ہوتے تھے گھوڑے کے قدم سے
رہوار نے واں خون کا چھڑ کاؤ کیا تھا
تلوار نے سب فوج کا ستھراؤ کیا تھا

۶۴ شعلے کی طرح گاہ لپکتی ہوئی آئی بجلی سی ہر اک صف میں چمکتی ہوئی آئی
واں چمکی تو یاں آگ بھڑکتی ہوئی آئی آئی وہ جدھر خوں میں ٹپکتی ہوئی آئی
اسواروں کو اس برق کے واروں نے جلایا
شعلوں سے جو بھاگے تو شراروں نے جلایا

۶۵ فریاد ہے اب خاک ہوا خرمنِ ہستی غل فوج میں تھا آج تو ہے آگ برستی
بس اب کوئی دم میں نہ بلندی ہے نہ پستی کوفے کو لگی آگ، جلی شام کی بستی
یہ برقِ غضب کم نہیں کچھ قہرِ خدا سے
چنگاریاں آتش کی نکلتی ہیں ہوا سے

۶۶ بے جاں ہوا جس کے سرِ ناپاک پہ چمکی بجلی کی طرح لشکرِ سفاک پہ چمکی
چمکی کبھی گردوں پہ کبھی خاک پہ چمکی جب ہاتھ اٹھا طارمِ افلاک پہ چمکی
ساتوں طبقِ ارض دہل جاتے تھے اس سے
سُکّانِ سماوات بھی تھراتے تھے اس سے

۶۷ چمکی جو، چھری چل گئی دشمن کے جگر پر وار اُس کا کوئی روک نہ سکتا تھا سپر پر
پس قطع یہ جامہ تھا سی تیغ دو سر پر گہ فرق پہ، گہ سینے پہ اور گاہ کمر پر
جس پر گئی بے دو کئے پھرتے نہیں دیکھا
بجلی کو بھی اس طرح سے گرتے نہیں دیکھا

۶۸ کٹتے تھے مع کاسۂ سر مِغفرِ فولاد ہر ضرب میں چورنگ تھے سو سو ستم ایجاد
تھی سیلِ فنا، خانۂ تن کردیئے برباد چار آیئنے میں بھی نہ رہے امن سے جلاد
ضرب اُس کی کسی سے نہ رکی فوج کے دَل میں
اتری جو زرہ کٹ کے، پھنسی دامِ اجل میں

نیزوں سے قلم ہو کے جو گرتی تھیں سنانیں ۶۹ رہ جاتے تھے سب داب کے دانتوں میں زبانیں
ثابت نہ رہے تیر، نہ ترکش میں کمانیں جانے لگیں دوزخ کو جفا کاروں کی جانیں
ناوک جو ستم گاروں نے ترکش میں دھرے تھے
تیروں سے وہ خالی تھے مگر خوں سے بھرے تھے

شانے پہ جو چمکی تو بغل سے نکل آئی ۷۰ اک ہاتھ مع سر کے نہ دیتا تھا دکھائی
سیدھی جو پڑی سر پہ تو اللہ رے صفائی بس ہوگئی دشمن کے سر و تن میں جدائی
کھینچا اسے دو کر کے جو شمشیر دو سر کو
گھوڑے کے ادھر نصف گرا نصف ادھر کو

نعرہ تھا لعینو بنِ کاہل کو بتاؤ ۷۱ ہاں اصغرؑ معصوم کے قاتل کو بتاؤ
مرتد کو، جفار کو، جاہل کو بتاؤ ظالم کا نشاں سرورِ عادل کو بتاؤ
کچھ سوچ کے اس وقت اسے چھوڑ دیا تھا
اس نے تو کلیجے کو مرے توڑ دیا تھا

تھراتے تھے سن سن کے یہ نعرے ستم آرا ۷۲ تھا ایک کو دہشت سے نکلنے کا نہ یارا
پھر فوج میں ڈوبا اسداللہ کا پیارا اس وقت یہ شمرِ ستم ایجاد پکارا
حضرتؑ کو تو یاں قاتلِ اصغرؑ کی طلب ہے
واں بی بیاں خیمے سے نکل آئیں غضب ہے

مڑ کر شہِ والا نے جو دیکھا تو یہ دیکھا ۷۳ اک حشر مزارِ علی اصغرؑ پہ ہے برپا
سر کھولے ہوئے پیٹتی ہے دخترِ زہراؑ کہتی ہے سکینہ مرے بھیّا مرے بھیّا
بانوئے حزیں چاک گریبان کئے ہے
چھاتی کے تلے ننھی سی تربت کو لئے ہے

تربت میں اندھیرا ہے مری گود میں آؤ ۷۴ چلّاتی ہے اصغرؑ مجھے آواز سناؤ
مرجائے گی ماں خاک سے منہ کو نہ چھپاؤ قربان گئی ننھے سے ہاتھوں کو اٹھاؤ
تھا میں نے تو سبطِ شہِ لولاکؐ کو سونپا
شبیرؑ نے ہاں لا کے تمھیں خاک کو سونپا

قاتل ہے کہاں پھیر دے اب حلق پہ شمشیر ۷۵ یہ حال جو دیکھا تو پکارے شہِ دلگیر
سینے پہ لگے تیغ و سنان و تبر و تیر یہ سنتے ہی سب ٹوٹ پڑا لشکرِ بے پیر
ٹکڑے ہوا ہر عضوِ بدن تیغوں سے کٹ کر
غش ہوگئے رہوار کی گردن سے لپٹ کر

گرتا ہے مرا لال، محمدؐ کی دُہائی ۷۶ خاتونِ قیامت کی صدا دشت سے آئی
اب کیا کروں ہے ہے مری اماں کی کمائی چلائی یہ زینب کہ سفر کرتے ہیں بھائی
بھائی کی مدد کرنے کو آتا نہیں کوئی
ہے ہے مرے سید کو بچاتا نہیں کوئی

یاں پہلوئے سرور پہ لگا ظلم کا بھالا ۷۷ واں نالۂ زہراؑ سے فلک تھا تہ وبالا
چلاتی تھی وہ ہائے مری گود کا پالا ہلنے لگا جو عرش، فرشتوں نے سنبھالا
حیدرؑ کے تو نالے گئے افلاک کے اوپر
اور تاجِ سرِ عرش گرا خاک کے اوپر

سر خاک پہ جھک جھک کے پٹکنے لگا رہوار ۷۸ غلطاں جو لہو میں نظر آیا اُسے اسوار
آنکھیں جو کھلیں، حلق پہ تھا خنجرِ خونخوار دو تین گھڑی تک تو رہے غش شہِ ابرار
پہلو میں سرِ فاطمہؑ عریاں نظر آیا
جلاد کے پنجے میں گریباں نظر آیا

خشکیدہ زباں شہ نے دکھائی کئی باری ۷۹ پانی نہ دیا، ذبح لگا کرنے وہ ناری
خاموش **انیسؔ** اب کہ غم و درد ہے طاری اس نظم کا بخشے گا صلہ ایزدِ باری
محشر میں علیؑ ساغرِ کوثر تجھے دیں گے
گھر خلد میں رہنے کو پیمبرؐ تجھے دیں گے